© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

حکومتِ ہند کی جدید پالیسی کے مطابق آج کل آل انڈیا ریڈیو پر خبروں کے بلیٹن میں اردو زبان کی جو گت بن رہی ہے اس پر کوئی شخص بھی ہندو ہو یا مسلمان جس کی مادری زبان اردو ہے بے چینی اور اضطراب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر ہندوستان کے نئے نظام کا نقشہ اسی نہج پر مرتب ہوا تو اس کے اس آغاز سے ہی اندازہ ہو سکتا کہ جہاں تک ہمارے ادب اور زبان کا تعلق ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں سے قطع نظر شمالی ہند کے ہندوؤں میں بھی ایسے کتنے ہیں جو اختیار، جلسہ، انتظام، دستور، سلسلہ، امن کے اصول، مطابق، نکتہ چینی وغیرہ ایسے عام اور متداول لفظوں کے مقابلہ میں ادھیکار، بیٹھک، پربندھ، ودھان، سمبندھ، شانتی کے اوپایو انوسار اور آلوچنا وغیرہ نامانوس و اجنبی الفاظ کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہوں پھر لکھنے والے کے مقابلہ میں لکھیت، وزیر ہند کے مقابلہ میں بھارت منتری اور جاننے والے کے بالمقابل جان کار ایسے لفظوں میں کونسی خوشنمائی اور خوبی و سہولت ہے کہ پرانے لفظوں کو ترک کر کے ان نئے لفظوں کو خواہ مخواہ ٹھونسا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی بتائے کہ اب ہم اس کی شکایت کریں تو کس سے کریں۔ اُس کمیٹی سے کریں جو ایک ہندو اور دو مسلمانو پر مشتمل تھی اور جس کی متفقہ رپورٹ پر ہی حکومت ہند نے یہ پالیسی بنائی ہے اور جس نے اصولی اور بنیادی غلطی ہی یہ کی ہے کہ اردو، ہندی، اور ہندوستانی۔ ان تین مختلف زبانوں کا وجود تسلیم کر کے گویا خود یہ مان لیا کہ ا ہندوستان کی مشترکہ زبان نہیں ہے۔ یا اس کا الزام اس سیاستِ نافرجام کے سر لگائیں جس نے ہندوستا کو صحیح معنی میں "دوزخ نشان" بنا کر رکھ دیا ہے اور جس کے باعث زبان ایسی مشترک چیز کے بھی تناسبِ آ کے معیار پر حصے بخرے کئے جا رہے ہیں۔ آہ! وہ ہندوستان "جنت نشان" جو کل تک اتفاق و رواداری کا سرسبز و شاداب چمن تھا، آج سرتاسر خارستان عداوت و منافرت بنا ہوا ہے۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

© rasailojaraid.com